مستشرقین اور نظمِ قرآن حکیم

پروفیسر محمد عبداللہ صالح
گورنمنٹ کالج بھکر

قرآن حکیم کی آیات اور سورتوں کے درمیان عظیم الشان نظم وربط اس کا اعجاز ہے لیکن مستشرقین قرآن مجید کا براہ راست مطالعہ کرنے کے بجائے اپنے دوستوں کی کتب پر اکتفا کرتے ہیں یا روایتی تعصب کا مظاہرہ کرتے ہیں جس کے نتیجے میں انہوں نے جہاں قرآن حکیم پر بے شمار بے جا اعتراضات کیے ہیں وہاں وہ قرآن حکیم کی ترتیب و تنظیم کو بھی محل نظر قرار دیتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں قرآن حکیم ان کے خیال میں منتشر افکار و خیالات کا ایک مجموعہ ہے 'اس کے اجزاء میں منفرد طور پر لفظی اور معنوی دلربائی تو ہے لیکن وہ حسن و زیبائی کہاں جو معنوی اعتبار سے منظم و مرتب کلام کا خاصہ ہوتی ہے۔

ذیل میں ہم چند مستشرقین کے ان افکار و نظریات کا جائزہ لیتے ہیں جو وہ نظم قرآن حکیم پر شدید اعتراضات کی صورت میں اٹھاتے ہیں۔

نولڈ یکے 'Noldece' کا نقطہ نظر (۱)

نولڈ یکے نے اگرچہ قرآن حکیم کے بارے میں بہت سے اعتراضات اٹھائے ہیں مگر نظم و ترتیب کے حوالے سے اس کے خیالات کا خلاصہ یہ ہے :

(۱) یہ محسوس ہوتا ہے کہ موجودہ سورتوں میں خیالات کے سلسلے میں اکثر خلل وانقطاع واقع ہوا ہے۔(۲)

(۲) درحقیقت طویل سورتوں کے بہت سے حصے بنیادی طور پر منفرد اور الگ الگ نظر آتے ہیں۔ بلکہ چھوٹی سورتوں میں بھی ایسے حصے نظر آتے ہیں جو پہلے موجود نہ تھے۔(۳)

(۳) علیحدہ علیحدہ بیانات میں بھی ہم محسوس کر سکتے ہیں کہ اس تغیر و تبدل میں کتنی کم احتیاط برتی گئی ہے اور کتنی کثرت کے ساتھ مرکب تام فقرے (گرائمر کے لحاظ سے) چھوڑ دیئے جاتے ہیں جو کہ بہت ناگزیر ہوتے ہیں۔ (۴)

(۴) قرآن مجید کا ربط بالکل ٹوٹا ہوا ہے اور ہم یہ بات کرنے کا حق نہیں رکھتے کہ قرآن مجید کا سب جوڑ ہونا کسی بعد کے آدمی کا بھدا، بھونڈا اور بے ڈھنگا کام ہے بلکہ اسی طرح کے تغیر و تبدل پرانے عربی کلام میں اکثر پائے جاتے ہیں۔ (۵)

(۵) قرآن مجید میں یہ بات عام ہے کہ کسی ایک مضمون سے خیال دوسرے کی طرف جاتا ہے اور پھر اسی مضمون کی طرف فوراً یا آہستہ آہستہ لوٹ جاتا ہے یعنی علیحدگی کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا۔ (۶)

(۶) مختصر یہ کہ ممکن ہے قرآن مجید میں کچھ تخفیف کر دی گئی ہو۔ بہرحال اکثر حالات میں موجود سورتیں اصل سورتوں سے مناسبت رکھتی ہیں۔ (۷)

چارلس جے۔ آدمز کے افکار (۸)

آدمز نے پہلے تو قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور اس پر شدید اعتراض کیا ہے۔ اس نے قرآن مجید کے ربط و نظم پر بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے: اس میں کوئی ادنیٰ ترتیب موجود نہیں ہے اور اس کے اجزا بکھرے ہوئے ہیں۔ اس کے اپنے الفاظ ہیں:

Not only does the arrangement disegard chorronology, it also makes no effort to present the subject matter in systamatic fashion by begining togather and organizing all the material that may bear upon a given subject. On the contrary, to the reader who comes it for the first time. The Quran may gives the impression of having little or no logical structure at all' (9)

مزید آگے چل کر وہ قرآن حکیم کے انداز تخاطب کے بارے میں لکھتا ہے۔

It goes from subject to subject with out apparent reason, its discussion of many important is fregmontary, and verses that deal with one and the some isssue may be widely reparated in its pages" (10)

انسائیکلو پیڈیا امریکنا' کے مقالہ نگار کا موقف

مقالہ نگار لکھتے ہے کہ قرآن مجید جدید نظریہ کے مطابق تسلسل کے ساتھ نہیں لکھا گیا بلکہ یہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھر سے جمع کیا گیا ہے اور قرآن مجید کی بے ترتیبی اس وقت اور زیادہ پیچیدہ ہوئی جس وقت وحی اکٹھا کرنے والے صحابہ کرام نے اس کی تاریخ ترتیب و نظم کا لحاظ نہ رکھا۔(۱۱)

مقالہ نگار کے اپنے الفاظ میں 'Form and Organizatoin' کے تحت رقمطراز ہے:

"In its present form the 'Quran' does not show a litrary unity and the reader unaccustoned to it may fail its contents some what fragmented" (12)

اسی طرح کے خیالات کا اظہار F.Bull نے "First Encyclopeadia of Islam" میں اور Magohonth نے "Encyclopeadia of Religion and Ethics" میں کیا ہے۔(۱۳)

تعصب اور جانبدازی سے متاثر مستشرقین تو قرآن حکیم کے ہر لفظ پر معترض ہیں مگر اس قسم کے خیالات کا اظہار بعض ان مستشرقین نے بھی کیا ہے جو پیغمبر اسلام کی عظمت و بزرگی کے بظاہر قائل ہیں۔

تھامس کارلائل 'Thoms Carlyle' کا تعلق اس گروہ سے ہے۔ وہ قرآن مجید کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

تمام رورعایت کے باوجود ایک شخص کے لئے یہ سمجھنا مشکل ہے بالخصوص اس آدمی کے لئے جو مخالف ہے کہ قرآن کی تخلیق آسان پر ہوئی ہے' دنیا کے لئے ایک بہترین نعمت کے طور پر' ایک عمدہ طرز پر لکھی ہوئی کتاب کی حیثیت سے' عمدہ چھوڑیئے' محض ایک کتاب کی حیثیت سے' بلکہ وہ یہ ماننے کے لئے مجبور ہو گا کہ یہ بے ربط اور منتشر مضامین کا مجموعہ ہے۔ جہاں تک تحریر کا تعلق ہے وہ یقیناً ایک لکھی ہوئی کتاب ہے لیکن شاید دنیا کی سب سے خراب لکھی ہوئی کتاب' لیکن اس کے ساتھ میں کہوں گا کہ یہ ناقابل فہم نہیں ورنہ عرب اس سے اس درجہ محبت کیوں کرتے"(۱۴)

انیسویں صدی کے ایک معروف مستشرق سر ولیم میور 'Sir William Mayr' نے بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ رقمطراز ہے۔

"اس میں حد درجہ بے نظمی اور بے ترتیبی پائی جاتی ہے۔ مضامین ایک دوسرے کے ساتھ گڈ (Chaotic ming ling of Subject) ہیں۔ اس میں نہ زمانی ترتیب ہے اور نہ معنوی ترتیب۔ جو ٹکڑا مدینہ میں نازل ہوا وہ مکی ٹکڑے سے پہلے آ گیا ہے۔ بعد کا قانون پہلے قانون کا ناسخ ہے یا اس میں ترمیم کرتا ہے۔ ابھی ایک بحث چل رہی ہے کہ اچانک ایک دوسرا جملہ ایسا آ جاتا ہے جو موقع و محل کے لحاظ سے بالکل بے تعلق بن کر اجنبی ہوتا ہے۔ اس صورتحال کے

پیش نظر ہمارے لئے یہ باور کرنا مشکل ہے کہ اس وقت قرآن مجید جس مرتب شکل میں ہے عہد نبوی میں بھی وہ اسی نظم وترتیب سے تھا۔(۱۵)

یہ مستشرقین کے خیالات وافکار کا خلاصہ ہے جو قرآن کو آسمانی کتاب نہیں مانتے بلکہ اس کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ اس رائے میں کچھ تو ان کے قومی ومذہبی تعصب کا دخل ہے اور کچھ یہ بھی کہ ان میں سے اکثر عربی زبان وادب اور قرآن کے اسالیب کلام سے پوری طرح واقفیت نہیں رکھتے۔ اس لئے اگر ان کو قرآن مجید میں نظم وترتیب کی کمی یا فقدان نظر آیا تو وہ قابل فہم ہے۔ لیکن اس بارے میں حیرت انگیز امر یہ ہے کہ بعض اہل اسلام بھی یہی خیال رکھتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ وہ مستشرقین کے برخلاف قرآن حکیم کو کلام الٰہی مانتے ہیں اور اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ وہ علوم ومعارف کا گنج گرانمایہ اور ہدایت کا آخری معتبر وسیلہ ہے لیکن اس کے ساتھ وہ بھی کہتے ہیں کہ چونکہ قرآن مجید مختلف اسباب وحوادث اور احوال وحاجات کے تحت نازل ہوا ہے اس لئے اس میں نظم وترتیب کا نہ ہونا کچھ تعجب خیز بات نہیں ہے۔ (اس نقطہ نظر کا اختصاراً جائزہ بھی آگے ہم پیش کریں گے)۔(۱۶)

نظم کا مفہوم

قبل اس کے کہ ہم قرآن حکیم کے نظم وربط پر تفصیلی بحث کریں مناسب ہوگا کہ نظم کی تعریف اور نظم قرآن حکیم کے بارے میں علماء ومفسرین کے اقوال کا جائزہ لے لیا جائے۔

علامہ ابو طاہر مجد الدین فیروز آبادی نے نظم کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

النظم التالیف وضم شئی الی شئ اخر ونظم اللولو ینظمه نظما و نظمه الفه وجمعه فی سلك فانتظمه وتنظم به لولو ونحوه' ج نظم۔ (۱۷)	نظم کے معنی ہیں جوڑنا اور کسی چیز کو دوسری چیز سے ملانا۔ نظم اللولو ینظمه نظما ونظمه' کے معنی ہیں کسی دھاگے میں اس طرح موتیوں کو پرونا کہ ایک دوسرے سے مربوط ہو جائیں اور نظام اس دھاگے کو کہتے ہیں جس میں موتی اور اس طرح کی چیزیں پروئی جاتی ہیں۔ اس کی جمع ہے۔

لسان العرب کے مصنف نظم کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں:

النظم' التالیف۔ نظمه ینظمه نظما ونظاما ونظمه فانتظم و تنظم ونظمت اللولو ای جمعته	نظم کے معنی ہیں ملانا اور جوڑنا' نظمت اللولو یعنی میں نے موتی کو لڑی میں پرو دیا۔ نظام کے معنی ہیں دھاگہ یا اس قسم کی کوئی اور چیز جس میں

فی السلنن' النظام مانظمت فیه الشئی من خیط و غیرہ والجمع النظمة وانا ظیم و نظم' (۱۸)

کسی چیز کو پروتے ہو اس کی جمع انظمہ انا ظیم اور نظم ہے۔

نظم کی اس لغوی تشریح و تعبیر کے تناظر میں نظم قرآن حکیم کا مفہوم متعین کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ نظم قرآن کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید ایک مربوط اور منظم کلام ہے اور غیر مربوط بیانات کا مجموعہ نہیں ہے۔ کلام اللہ میں تدبر کرنے والوں کے سامنے یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ہر سورہ کا ایک مرکزی مضمون یا عمود ہوتا ہے اور اس سورۃ کی تمام آیتیں اسی مرکزی مضمون کی توضیح و تشریح کرتی ہیں۔ اس طرح جملہ سورتیں باہم مربوط ہیں اور اس طرح پورا قرآن حکیم ایک وحدت بن جاتا ہے۔ فلسفہ نظم قرآن کے ترجمان اور شارح حمید الدین فراہیؒ اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

"نظم سے ہماری مراد یہ ہے کہ پوری سورہ ایک مکمل وحدت کی صورت میں ظاہر ہو۔ یہی نہیں بلکہ وہ سورہ یا تو اپنے ماقبل یا مابعد کی سورتوں سے مناسبت رکھتی ہو یا ان سے بھی پہلے اور بعد کی سورتوں سے مناسبت رکھتی ہو جیسا کہ بعض آیات کے بعض آیات کے ساتھ نظم کے سلسلہ میں اس کی وضاحت ہو چکی ہے۔ چنانچہ جس طرح بعض آیات بطور جملہ معترضہ آجاتی ہیں اسی طرح بعض سورتیں بھی اسی نوعیت کی حامل ہوتی ہیں۔ اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو پورا قرآن ایک وحدت نظر آئے گا جس کے جملہ اجزاء میں شروع سے آخر تک ایک خاص طرح کی مناسبت اور ترتیب پائی جاتی ہے۔" (۱۹)

نظم کلام کسی کلام کا جزو لاینفک ہوتا ہے۔ اس کے بغیر عمدہ کلام کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ قرآن مجید کے طرز بیان کی خصوصیات میں سے ایک عظیم خصوصیت نظم و ربط ہے۔ مناسبت 'لغت میں باہمی مشاکلت اور مقاربت کو کہا جاتا ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ متعدد آیات کو ایک ہی معنی اور ایک ہی غرض کے ساتھ اس طرح مربوط کر دیا جائے کہ وہ ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی معلوم ہونے لگیں اور اس غرض و مضمون کے واسطے اطنا میں سے ایک جملہ ایک دیوار کی اینٹوں کی طرح ایک دوسرے سے مربوط ہو اور استحکام و تکمیل کا باعث ہو۔ (۲۰)

علماء مفسرین کی ان تصریحات کی روشنی میں نظم قرآن کے مفہوم و مدلول کی بڑی حد تک وضاحت ہو جاتی ہے اور اس کے بنیادی خدو خال سامنے آجاتے ہیں۔ بعض علماء نے اس کے لئے علم مناسبت کی تعبیر اختیار کی ہے اور بعض نے ربط کا نام دیا ہے۔ اگرچہ اہل نظر اس بات سے واقف ہیں کہ نظم اور مناسبت و ربط مختلف نام ہیں تاہم بادی النظر میں ان کے درمیان مماثلت کے کئی پہلو نظر آتے ہیں اور بعض نے انہیں ہم معنی قرار دیا ہے۔

نظم قرآن حکیم کے بارے میں دو زاویہ ہائے نگاہ:

نزول قرآن حکیم کے ساتھ اس میں غور و فکر اور تدبر کا بھی آغاز ہوا اور جوں جوں علمائے مفسرین نے اس میں غور و فکر کر کے علوم و معارف کے گوہر تلاش کیے توں توں اس کا اعجاز گہرا ہوتا چلا گیا اور اعجاز القرآن کے نئے نئے پہلو سامنے آتے گئے جو ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ چنانچہ شیخ عبدالقادر جرجانی جو علم بلاغت کے بانی اور امام ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ قرآن کی ایک خاص خوبی اس کے الفاظ کے نظم اور ترتیب ہیں ہے۔(۲۱)

اس طرح علماء مفسرین کے ایک گروہ نے تو قرآن مجید میں گہرا نظم و ربط تلاش کیا جبکہ دوسرے گروہ نے اس کے برعکس قرآن کے فطری اور انوکھے انداز کو اسکا اعجاز قرار دیا۔ اگر ہم سرسری نظر سے قرآن کا مطالعہ کریں تو بظاہر محسوس ہو گا کہ اس کی ہر آیت جدا مضمون کی حامل ہے اور ان کے درمیان کوئی ربط نہیں۔ اسی وجہ سے نظم قرآن مجید کے بارے میں مفسرین کے دو گروہ ہو گئے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ قرآن کریم چونکہ تیئس سال کے عرصے میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا اس لئے اس کے برخلاف دوسرے گروہ کی دلیل یہ ہے کہ کسی کتاب کا بے ربط ہونا اس کے نقص کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام لازمی طور پر نقص سے بری ہے۔ مگر پہلا گروہ کہتا ہے کہ جس طرح قدرتی مناظر میں کوئی ربط و ترتیب نہیں ہوتی بلکہ ان کا حسن اسی بے ترتیبی میں ہے کہ کہیں بل کھاتا ہوا دریا ہے' کہیں ناہموار پہاڑ ہیں' کہیں اونچی نیچی وادیاں ہیں' اسی طرح قرآن مجید کا حسن اس کی مستقل حیثیت میں ہے۔ غزل کے ہر شعر کا موضوع جدا ہوتا ہے اور اس کو کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا اس طرح قران حکیم کی بے ترتیبی میں کوئی عیب نہیں۔(۲۲) لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم کی آیات میں نہایت لطیف ربط پایا جاتا ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اگر کوئی ترتیب ملحوظ ہوتی تو ترتیب نزول اور ترتیب کتابت میں فرق رکھنے کی چنداں ضرورت نہیں تھی جس طرح ایک ترتیب سے قرآن حکیم نازل ہوا تھا اسی ترتیب کتابت سے لکھ لیا جاتا۔ یہ جو کتابت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک الگ ترتیب قائم فرمائی وہ اس بات کی بڑی واضح دلیل ہے کہ قرآنی آیات میں ربط و نظم موجود ہے۔ البتہ یہ ربط قدرے دقیق ہوتا ہے اور اس تک پہنچنے کے لئے بڑے غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے۔(۲۳)

نظم قرآن کے دقیق ہونے میں حکمت

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نظم قرآن حکیم کو اتنا دقیق اور خفیہ کیوں رکھا گیا ہے کہ جو عام آدمی کے فہم سے بالاتر ہے؟ اس ضمن میں علماء مفسرین وضاحت کرتے ہیں کہ نظم قرآن مجید کو بظاہر اتنا دقیق اور غامض رکھنے کی حکمت بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ (واللہ اعلم) ہر آیت کی ایک مستقل حیثیت باقی رہے اور اس کے الفاظ کا عموم ختم نہ ہونے پائے تا کہ "العبرة لعموم اللفظ" پر عمل کرنا آسان ہو۔ اس کے علاوہ اہل عرب کے خطبات و قصائد کا اسلوب عموماً یہی ہوتا تھا کہ ان کے مضامین مرتب اور مربوط ہونے کے بجائے مستقل حیثیت رکھتے تھے۔ اسی کی طرف شاہ ولی اللہ محدث

دھلوی ۱۷۶۲ء نے اشارہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔
''قرآن مجید کو ادنیٰ درجہ کی کتابوں کی طرح ابواب و فصول میں اس طرح تقسیم نہیں کیا گیا ہے کہ ہر مبحث ایک جداگانہ باب یا فصل میں بیان کیا جاتا بلکہ قرآن مجید کو مجموعہ مکتوبات کے مثل سمجھنا چاہیے جس طرح بادشاہ اپنی رعایا کو حسب ضرورت ایک فرمان لکھتا ہے' اس کے بعد دوسرا اور تیسرا فرمان' یہاں تک کہ بہت سے فرامین جمع ہو جاتے ہیں اور کوئی شخص ان فرامین کو ایک مجموعہ کی شکل میں مرتب کر دیتا ہے بعینہ قرآن مجید کی سورتوں کو جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں جداگانہ مرتب اور محفوظ تھیں' ایک مصحف کی صورت میں جمع کیا گیا''۔(۲۴)

نظم قرآن پر مفسرین کی تحقیقات :

قرآن حکیم کو نظم و ربط سے آراستہ سمجھنے والے طبقۂ مفسرین نے اس راہ میں اپنی غیر معمولی جولانیاں دکھائیں اور نظم قرآن حکیم کے اصول پر نہ صرف تفاسیر لکھنے کا اہتمام کیا بلکہ ایسی کتابیں بھی تحریر کیں جن میں نظم و ربط کے اصول و قواعد دیئے گئے۔ چنانچہ ''علامہ جلال الدین سیوطی'' نے ''الاتقان'' میں لکھا ہے :
''علامہ ابو جعفر بن زبیر' شیخ ابو حیان نے نظم قرآن حکیم پر ایک خاص کتاب لکھی اور اس کا نام 'البرهان فی مناسبة ترتیب القرآن' رکھا۔ اور ہمارے زمانے کے علماء میں شیخ برھان البقاعی نے بھی اس موضوع پر ایک کتاب تالیف کی ہے جس کا نام 'نظم الدرفی مناسبة آلایة والسور' ہے اور جو کتاب اسرار التنزیل' کے نام سے تصنیف کی ہے وہ بھی سورتوں اور آیتوں کی باہمی مناسبتوں کی جامع ہے۔ اس کے ساتھ وجوہ اعجاز اور بلاغت کے اسالیب کا بیان بھی شامل ہے۔ جس کتاب کے خلاصے سے سورتوں کو ایک جدا رسالہ میں جمع کر دیا اور اس کا نام 'مناسبة الدرفی تناسب السور' رکھا''(۲۵)

نظم قرآن حکیم کے سلسلے میں جن علماء مفسرین نے گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں ان میں قاضی ابوالسعود بھی شامل ہیں۔ انہوں نے نظم قرآن حکیم کی خصوصیت کو بیان کرنے کا خاص اہتمام فرمایا۔ بعد کے بیشتر مفسرین نظم قرآن حکیم کی تشریح کے سلسلے میں امام رازی اور ابوالسعود ہی کے خوشہ چیں ہیں۔(۲۶)

علامہ جلال الدین سیوطی نے علماء مفسرین کی نظم قرآن حکیم پر کاوشوں کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ خود بھی قرآنی آیات میں مناسبت ربط کی اہمیت کا اعتراف کرتے ہیں۔ چنانچہ رقمطراز ہیں :
''علم مناسبت ایک بڑا با عظمت علم ہے لیکن مفسرین نے راہ کی دشواریوں کے باعث اس کی طرف کم ہی توجہ کی ہے۔ البتہ امام فخر الدین رازی نے اس کی طرف خصوصی توجہ کی ہے چنانچہ انہوں نے اپنی تفسیر میں اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ بیشتر قرآنی لطائف نظم و ترتیب میں پنہاں ہیں۔''(۲۷)

نظم و ربط میں خدمات کے ضمن میں ابن العربی اپنی کتاب ''سراج المریدین'' میں بیان کرتے ہیں :

قرآن مجید کی آیتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ربط دینا کہ وہ سب مل کر ایک باہم مناسبت رکھنے والے الفاظ اور مسلسل معانی کا ایک مجموعہ کلام اور ایک کلمہ معلوم ہونے لگیں، نہایت ہی شریف اور عظیم علم ہے اور بجز ایک عالم کے کسی نے اس کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اس نے بھی سورۃ البقرہ میں اس کو عملی جامہ پہنایا تھا اور پھر اللہ پاک نے یہ دروازہ ہم پر کھول دیا۔ مگر ہمیں جب اس کا کوئی طالب نظر نہ آیا اور خلق کو سست و کاہل دیکھا تو ان مباحث کو ہم نے نہیں پھیلایا اور یہ رمز اپنے اور خداوند کریم کے درمیان محدود رکھ کر اس کا تکملہ اس کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ (۲۸)

علامہ جلال الدین سیوطی مزید فرماتے ہیں:

"کسی اور عالم کا بیان ہے کہ پہلے پہل شیخ ابو بکر نیشاپوری نے مناسبت کو ظاہر کیا تھا۔ وہ نہایت ہی ذی علم شخص اور شریعت و ادب کے بڑے ماہر تھے۔ آیت الکرسی جب ان کے سامنے پڑھی جاتی تو یہ کہا کرتے تھے کہ: یہ آیت اس آیت کے پہلو میں کیوں رکھی گئی ہے اور اس سورہ کو فلاں سورہ کے برابر پہلو بہ پہلو لانے میں کیا حکمت ہے؟ شیخ موصوف علماء بغداد پر طعن کیا کرتے تھے کیونکہ ان لوگوں کو مناسبت کا کوئی علم نہ تھا۔" (۲۹)

امام فخر الدین رازیؒ کے علاوہ جن علماء اور مفسرین نے نظم قرآن کے حوالے سے نمایاں کام کیا ہے ان میں ایک نمایاں نام مصر کے مشہور مفسر محمد مصطفیٰ المراغیؒ کا بھی ہے۔ برصغیر میں مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس علم پر ایک مستقل رسالہ "سبق العنايات فى نسق الايات" تحریر کیا ہے۔ ان کی تفسیر بیان القرآن میں اس کے اثرات موجود ہیں اس طرح مولانا عبدالحق حقانی نے بھی سورۃ کے فواتح و خواتم پر خاص گفتگو کی ہے۔

اردو ادب میں تفسیر قرآن میں سب سے نمایاں کام مولانا حمید الدین فراہیؒ کا ہے جو فلسفہ نظم قرآن کے سب سے بڑے علمبردار سمجھے جاتے ہیں۔ ان کی تفسیر نظام القرآن' اس سلسلے کی بہترین کوشش ہے اگرچہ وہ اپنی خواہش و منشاء کے مطابق پورے قرآن حکیم کی تفسیر تو نہ لکھ سکے تاہم وہ سورتوں کی تفسیر نظم و ربط کے راہنما اصول مہیا کر گئے جس کے منہج پر ان کے شاگرد رشید مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے اپنی تفسیر تدبر قرآن مکمل کی۔ نظم و ربط پر مبنی یہ تفسیر اردو ادب میں شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگرچہ جزوی طور پر مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی نظم و ربط پر قلم اٹھایا ہے (۳۰)

تلاش نظم کے چند اشارات:

قبل اس کے کہ قرآن کے نظم و ربط کا تفصیلی اور تحقیقی جائزہ لیں مناسب ہوگا کہ ان اہم اصولوں اور اشارات کو نمایاں کیا جائے جو علماء مفسرین نے تلاش نظم کے سلسلے میں نمایاں کئے ہیں (۳۱)

ہر کلام کے نظم کو اور بالخصوص کلام وحی کے نظم کو' جاننے کے لئے خاص اصول ہیں۔ مثلاً

(الف) ایک بات یا تو ایک ہی جملے میں ادا ہو جاتی ہے یا متعدد ایسے جملوں میں جن کا موضوع ایک ہی ہوتا ہے۔

(ب) بعد میں آنے والا جملہ پہلے آنے والے جملے سے جڑا ہوتا ہے۔ اس کے جڑے ہونے کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں یا تو بعد کا جملہ سابق جملہ کے موضوع کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

(ج) بعد میں آنے والے جملے کا تعلق کبھی تو سابق جملہ کے ساتھ ہوتا ہے لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اس سے اوپر کے کسی جملہ یا مضمون سے مربوط ہو۔

قرین پر غور:

قِران سے مراد دو کلمات یا دو اقوال کا ساتھ ساتھ آنا ہے، خواہ یہ حرف عطف کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر۔ اس طرح ساتھ ساتھ آنے والے الفاظ یا جملے ایک دوسرے کے قرین کہلاتے ہیں۔ قرین کا پایا جانا مختلف معنی کی طرف رہنمائی کرتا ہے مثلاً:

(الف) ایک قرین دوسرے کی وضاحت یا اس کے مضمون کی تاکید کرتا ہے متعدد صفات باری تعالیٰ اسی مقصد سے لئے ساتھ ساتھ آتی ہیں مثلاً عزیز مقتدر' (زبردست اور ہمہ گیر اقتدار والا) العزیز الجبار' (غالب اور زور آور) عزیز ذوانتقام' (غالب اور انتقام لینے والا) کسی خاص صفت کے ساتھ کئی صفات کا بطور قرین آنا اس بات کی دلیل ہوتا ہے کہ مختلف صفات ایک ہی جامع امر کے تحت ہیں مثلاً عزیز کی صفت رحیم، علیم، حکیم' اور غفار کے ساتھ آئی ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ صفت رحمت، حکمت، علم اور غفران ایک جامع صفت کے پرتو ہیں۔

(ب) دو قرین کسی ایک معنی میں مشترک ہوتے ہیں مثلاً

الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ وَّ النَّجْمُ وَ الشَّجَرُ يَسْجُدَانِ

سورج اور چاند ایک حساب سے گردش کرتے ہیں اور ستارے اور درخت بھی سجدہ کرتے ہیں۔ (الرحمن ۵-۶)

یہاں دو متصل جملوں میں بحسبان' اور یسجدان' کے الفاظ لا کر اس بات پر دلیل قائم کی گئی ہے کہ یہ سب چیزیں خدا کے آگے مسخر بھی ہیں اور اس کی عبادت میں بھی لگی ہوئی ہیں سورج اور چاند کا ایک معین نظام میں حرکت کرنا اس کے بغیر ممکن نہیں کہ وہ کسی حاکم کے تحت ہوں جس نے ان کو اس خدمت پر لگا رکھا ہو لہذا یہ دونوں اس کی عبودیت میں ہیں اور اس کے تخت شاہی کے آگے سر بسجود رہتے ہیں عالم جمادات کی ان واضح نشانیوں کے بعد عالم نباتات کے سجدہ کا ذکر کر کے متنبہ کر دیا کہ اسی طرح عالم حیوانات بھی خدا کے آگے سرنگوں رہتا ہے۔ اس مضمون کی وضاحت دوسری جگہ کر دی ارشاد ہوا:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَ النُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ وَ الشَّجَرُ وَ الدَّوَآبُّ وَ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کے آگے جھکتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج، چاند

ستارے، پہاڑ، درخت، چوپائے اور لوگوں میں سے بہتر ے (الحج۔ ۱۸)

(ج) ایک قرین جب دوسرے کے موافق ہوتا ہے تو اس کی تائید کرتا ہے اور غور کرنے پر ان کی مماثلت سمجھ میں آتی ہے مثلاً مواسات یا انسانی ہمدردی کا ذکر ایک مقام پر نماز کے ساتھ آیا ہے اور دوسری جگہ ایمان باللہ یا ایمان بالآخر کے ساتھ۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ نماز اور ایمان ایک ہی بات سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً ارشاد الٰہی ہے

قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝

وہ جواب دیں گے، ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے اور نہ ہی غریبوں کو کھلاتے تھے۔ (المدثر ۴۴،۴۳)

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ

یہ خدائے عظیم پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور نہ مسکینوں کو کھلانے پر لوگوں کو ابھارتا تھا۔ (الحاقۃ ۳۴،۳۳)

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ

دیکھا تم نے اس کو جو جزاء سزا کو جھٹلاتا ہے وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکینوں کو کھلانے پر نہیں ابھارتا۔ (الماعون ۲-۳)

ان تمام آیات کو سامنے رکھ کر ہم اس نتیجہ تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں کہ ایمان باللہ، ایمان بالآخرۃ، نماز اور مواسات، سب کا تعلق ایک ہی اصل سے ہے۔ اسی طرح عمل صالح کا ذکر کہیں ایمان کے قرین کی حیثیت سے ہوا ہے کہیں تقویٰ کے قرین کی حیثیت سے، جس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ اور ایمان ایک ہی شئے ہیں۔

(د) دو قرین کبھی ایک دوسرے کے مقابل کے طور پر بھی آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات اس طرح آئی ہیں مثلاً العزیز الغفار، (زبردست اور بخشنے والا) العزیز الرحیم، (زبردست اور رحم کرنے والا) وغیرہ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تمام صفات باری تعالیٰ، اگرچہ ہمیں متضاد نظر آتی ہیں لیکن وہ سب ایک ہی امر کلی کے تحت ہیں۔

مختلف متضاد چیزوں کو یکجا کر کے بیان کرنے کا ایک فائدہ ان کی حقیقت کو سمجھنا ہوتا ہے کیونکہ اشیاء اپنے اضداد سے اچھی طرح پہچانی جاتی ہیں نیز ایک شے اپنی متضاد شے کی نفی کرتی ہے۔ قرآن کا طریقہ یہ ہے کہ کبھی تو وہ متضاد امور کی تصریح کر دیتا ہے اور کبھی محض اشارہ کو کافی سمجھتا ہے۔ اس اصول پر قرآن حکیم نے صدقہ اور رباء کا ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اس لئے ربا کا جو اثر پڑتا ہے، صدقہ کا اثر اس کے برعکس ہوتا ہے چنانچہ ربا کے ضمن میں فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ

جو لوگ سود کھاتے ہیں، وہ نہیں اٹھیں گے مگر اس شخص کی مانند جس کو شیطان نے اپنی چھوت سے پاگل بنا دیا ہو (البقرۃ ۲۷۵)

اس کے برعکس صدقہ کا اثر حق پر دل کو جمائے رکھنا بتایا۔

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ اَموَالَهُمُ ابتِغَآءَ مَرضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثبِيتاً مِّنْ اَنفُسِهِمْ

اور ان لوگوں کے عمل کی تمثیل جو اپنے مال اللہ کی رضاجوئی اور اپنے دلوں کو جمائے رکھنے کے لئے خرچ کرتے ہیں یوں ہے۔ (البقرہ ۲۶۵)

اسی طرح ربا اور صدقہ کو ایک دوسرے کے ضد قرار دینے کے لئے کلام میں اشارات بھی موجود ہیں۔

(۲) زمانہ نزول :

مختلف واقعات کے نظم کے متعدد پہلو ہو سکتے ہیں۔ نظم کے متلاشی کی ان پر نظر ہونی چاہیے ان میں سے ایک پہلو ان واقعات کا زمانہ بعثت سے قریب ہونا ہے مثلاً دعوت کے ابتدائی زمانے کے واقعات اسی پہلو سے منظم ہیں اور ایک دوسرے سے ہٹ کر نہیں آئے۔ اسی طرح ہجرت کے موقع یا اس کے بعد کے واقعات ہیں۔ پھر مدینہ کی ریاست کے قیام یا فتح مکہ اور اس کے بعد کے زمانہ کے مسائل ہیں یہ سب مشہور ہیں۔ اسی زمانی بنیاد پر سلف نے مکی و مدنی سورتوں کی تقسیم کی ہے یا بعض مکی سورتوں کی آیات کو مدنی اور بعض مدنی سورتوں کی آیات کو مکی کہا ہے۔ انہوں نے اس کی زیادہ تقسیم نہیں کی۔ اگر انہی کی اصول پر مزید غور کیا جائے تو ابتدائی دعوت کے امور ہجرت سے پہلے اور بعد' یا فتح مکہ سے پہلے اور بعد کے زمانے کے واقعات بھی پوشیدہ نہیں رہتے۔ البتہ ایک زیادہ مخفی پہلو پھر بھی باقی رہ جاتا ہے اور وہ ہے مستقبل سے متعلق آیات کا نظم۔ قرآن مجید میں اس بات کے اشارات موجود ہیں کہ اس امت کو مستقبل میں کیا حالات درپیش ہوں گے اور انہیں کس چیز کی حاجت ہو گی۔ صحابہ کرامؓ ان اشارات سے واقف تھے اور نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد پیش آنے والے واقعات میں ان کے مصداق بتایا کرتے تھے ان اشارات کی نمایاں مثالیں سورہ ہود کی آخری آیات اور سورۃ الحجرات میں موجود ہیں۔ (۳۲)

(۳) موقع کلام :

ایک اور چیز جو فہم نظم قرآن میں مدد دیتی ہے وہ موقع کلام کا تعین ہے۔ موقع کی دلالت ظاہر مخفی طور پر خود کلام میں موجود ہوتی ہے۔ سورہ اعلیٰ کے زمانہ نزول میں یہ دونوں حالتیں جمع ہو گئیں۔ چنانچہ اس سورہ میں دو گروہوں کا ذکر ملتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طبیعت پر اس چیز کا غلبہ تھا کہ مکذبین سے صرف نظر کر کے تلاوت اور نماز کے لئے اپنے آپ کو خالص کر لیں لہذا آپ کو دونوں کام جمع کرنے کا حکم دیا گیا یعنی یہ کہ شکر ادا کرنے کے لیے تسبیح کریں اور اللہ سے مدد طلب کریں اور لوگوں کو نصیحت بھی جاری رکھیں (۳۳)

(۴) کلام کے موڑ :

قرآن حکیم کا بیشتر نظم واضح ہے لیکن بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں جہاں ربط کا پہلو مخفی ہوتا ہے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے

کلام نے دوسرا رخ اختیار کر لیا ہے کلام کے یہ موڑ یا گرہیں نظام کے متلاشی کے لئے بڑی اہمیت رکھتی ہیں ان کو لازما متعین ہونا چاہیے ان پر ڈیرے ڈالے جائیں اور ان پر کامل تدبر کیا جائے۔

نظام پر غور کرتے ہوئے سب سے پہلے کلام کے یہ موڑ ہی پریشان کرتے ہیں۔ جب ان مواقع پر آیات کا ربط واضح ہو جائے، تو پوری سورہ کا نظم روشن ہو جاتا ہے۔

نظم صحیح تاویل کی کلید ہے، مختلف تاویلات کے درمیان یہی فیصلہ کن چیز ہے۔ لہذا یہ لازم ہے کہ نظم کے تعین میں کسی سرسری چیز پر قناعت نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ہرگز کمزور نظام کا حامل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی نظام سے خالی ہو سکتا ہے امام رازی نے صحیح کہا ہے کہ قرآن کے لطائف اس کے حسن نظام سے ہاتھ آتے ہیں۔ (۳۴)

نظم قرآن حکیم ایک نظر میں:

نظم قرآنی کے چند اشاروں کے بعد ہم قدرے تفصیلی طور پر یہ جاننا چاہیں گے کہ قرآن حکیم میں حیثیت مجموعی، الفاظ و معانی اور آیات و سور میں ربط کی کیا حقیقت ہے۔ قرآن حکیم اپنے اسلوب بیان اور انواع مضامین دونوں کے لحاظ سے ایک منفرد اور یکتا کتاب ہے قرآن مجید کے علاوہ دنیا میں کوئی بھی کتاب نہیں خواہ دینی ہو یا غیر دینی، جو ہر لحاظ سے کامل اور دین و دنیا کے تقاضوں کا ایک خوشگوار آمیزہ ہو مثلاً اس میں عبادات بھی ہوں اور اخلاق تعلیمات بھی، انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق واضح راہنمائی بھی ہو اور روز آخرت کے مجلّہ احوال و مقامات کا بیان بھی، دعوت انبیاء کے تذکرے بھی ہوں اور اقوام ماضی کے عروج و زوال کی داستان بھی، تزکیہ نفس کی دعوت بھی دی گئی ہو اور باطل کے خلاف جہاد کی ترغیب و تحریص بھی، ذکر اللہ کا بیان بھی ہو اور آثار کائنات پر غور فکر کرنے کی تلقین بھی، خلق عالم کی نیرنگیاں بھی دکھائی گئی ہوں اور اس کے اسرار سے پردہ بھی اٹھایا گیا ہو اور تخلیق عالم کی غرض و غائت بھی بیان کی گئی ہو اور تخلیق انسانی کا مقصد و منشاء بھی واضح طور پر متعین کیا گیا ہو۔ غرضیکہ جسم و روح، عقل و جذبات اور فرد و جماعت کے مسائل کے بیان میں کامل درجہ کا عدل و توازن ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کی تعلیم انسانی فطرت کے عین مطابق ہو۔ اس میں نہ رہبانیت کو راہ دی گئی ہو اور نہ بے مہاری و بے راہ روی کی اجازت ہو۔ ایک صاف، سیدھی اور روشن شاہراہ ہو فکر کے اعتبار سے بھی اور عمل کے اعتبار سے بھی (۳۵)

ادبی زاویہ نگاہ سے دیکھئے تو بھی قرآن مجید کی انفرادیت اور اس کی یکتائی مسلّم ہے بلا مبالغہ وہ دنیا کے ادبی ذخیرہ کا گوہر شب تاب ہے۔ ہومر شیکسپیئر، فردوسی اور دنیا کے دوسرے ادباء و فضلاء کے ادبی کمالات اس کتاب کے ادبی محاسن کے سامنے صرف ریزوں سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ہر دور کے ارباب علم نے اس کتاب کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ بڑے بڑے شعراء ادباء نے اس کے آگے اعتراف کی پیشانی جھکائی ہے۔

اس کے الفاظ کا دروبست، اس کی ترکیب کی بندش، اس کے جملوں کی سبک خرامی، اس کے قوافی کی ندرت و

نغمگی اس کے طرز بیان کی سحر انگیزی اس کے استعارات اور امثال و محاورات کی جدت طرازی اور اثر آفرینی بے مثل و بے نظیر ہے۔ ہر آیت میں الفاظ تراشے ہوئے نگینوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں معانی کی وسعت و بے کرانی کا حال یہ ہے کہ لفظ لفظ میں جہاں معنی پنہاں ہے ہر آیت سے علوم و معارف کے چشمے ابلتے ہوئے نظر آتے ہیں (۳۶)

شیکسپیئر اٹھارویں صدی کا انگریزی زبان کا شاعر لیکن اس کی زبان بیسوی صدی کی زبان سے یکسر مختلف ہے' اس کے ڈراموں کے بہت سے الفاظ تراکیب اب متروک ہو چکے ہیں لیکن قرآن مجید کا ایک بھی لفظ' ایک بھی ترکیب اور ایک بھی محاورہ آج تک متروک الاستعمال نہیں ہوا۔ متروک ہونا تو بڑی بات ہے وہی اب بھی واضح تر مانے جاتے ہیں۔ علم بلاغت میں بیان کے نئے نئے طرز ایجاد ہو گئے ہیں لیکن اس کی روح اس کا معیار کے حال اب بھی وہی ہے جو چودہ سو سال پہلے قرآن حکیم کی بلاغت نے متعین کر دیئے تھے۔ یعنی اثر انگیزی جو دراصل کلام کی سچائی اور موثر پیرائے میں اس کے اظہار کا دوسرا نام ہے۔ اس اعتبار سے قرآن مجید ایک بے مثل کلام ہے یہی وجہ ہے اس کو سن کر ایک کافر کی روح بھی وجد کرنے لگتی ہے اس پر تاثیر کتاب نے عرب قدیم کے شعراء' خطباء اور بلغاء کو جن کو اپنی زبان دانی پر بڑا ناز تھا چیلنج کر دیا کہ وہ اس کا مثل لائیں۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَه' بَلْ لَّا یُؤْمِنُوْنَ o فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ کَانُوْا صٰدِقِیْنَ o

کیا یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے قرآن خود تصنیف کر لیا'؟ اصل بات یہ ہے کہ وہ ایمان ہی لانا نہیں چاہتے۔ اگر وہ اپنے قول میں سچے ہیں تو اسی طرح کا کوئی کلام پیش کریں۔ (الطور ۳۳'۳۴)

جب کہیں سے کوئی حریفانہ صدا بلند نہ ہوئی تو کہا گیا' اچھا پورا قرآن نہ سہی دس سورتیں ہی بنا لاؤ۔ (۳۷) لیکن یہ بھی ان سے بن نہ پڑا' آخر الامر اتمام حجت کی خاطر کہا گیا کہ ایک ہی سورہ' چھوٹی بڑی کی قید نہیں' اس کی مانند پیش کرو (۳۸) مگر اس کی جرات بھی وہ نہ کر سکے اور تب اعلان کر دیا گیا کہ اگر سارے جن و انس مل کر قرآن جیسا کلام لانا چاہیں تو بھی اس کا مثل لانا ان کے بس کی بات نہیں۔ (۳۹)

غور کیجئے کیا تحدی کا محل ایک ایسی کتاب ہو سکتی ہے جو اپنی ساخت و ترکیب میں غیر منظم ہو' جس کے مضامین میں کوئی ربط و تسلسل نہ ہو۔ جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ سے معناً غیر مربوط ہو اور کیا اسی پراگندہ خیالی کا جواب پیش کرنے سے عرب کے نامور شعراء اور خطباء عاجز آ گئے؟ ان کے لئے تو نہایت آسان تھا کہ وہ قرآن مجید کا چیلنج سنتے ہی بول اٹھتے کہ اس کتاب کا جواب کون لکھ سکتا ہے جس کی ہر سورۃ خیالات پریشان کا ایک دفتر ہے جس کے اجزاء ترکیبی میں نظم و ترتیب نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی ہے لیکن وہ قرآن پر اس نوع کا الزام عائد نہ کر سکے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہ اس کو ایک منظم اور مرتب کتاب سمجھتے تھے۔ (۴۰)

اب ہم ان علمائے مفسرین کے اقوال و ارشادات کو پیش کرتے ہیں جنہوں نے قرآن حکیم میں نظم و ربط کو سمجھا ہے' اس

کی ابتداء حضرت مسلم بن سیارؒ کے قول سے کرتے ہیں جسے ابن کثیر نے نقل کیا ہے۔
فرماتے ہیں :

اذاتحدث عن الله حدیثاً فقف حتی تنتظر ماقبله وما بعده

جب تم اللہ کی طرف کوئی قول منسوب کرو تو ذرا رک اس کے ماقبل وبعد پر غور کر لو (۴۱)

اسی طرح علامہ جاراللہ زمخشری اپنی تفسیر کے مقا ہ میں درج ذیل رائے کا اظہار کرتے ہیں جس سے یہ بات پوری وضاحت سے ابھر کر سامنے آتی ہے کہ وہ قرآن مجید کو ظم اور مربوط کلام مانتے ہیں۔ لکھتے ہیں :

الحمد الله الذی انزل القرآن کلاماً مولفاً منظما ونزله بحسب المصالح منجما وجعله' بالتحمید مفتحا وبالاستعاذة مختتما

سزاوار شکر وسپاس اور لائق حمد وستائش اللہ کی ذات ہے جس نے قرآن کو ایک منظم اور مربوط کلام کی صورت میں نازل فرمایا اور حسب ضرورت جستہ جستہ نازل فرمایا۔ تحمید سے اس کا آغاز اور استعاذہ پر اس کا اختتام فرمایا' (۴۲)

امام فخرالدین رازیؒ ان مفسرین میں شامل ہیں جو قرآن حکیم میں نظم کے شدت سے قائل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں :

ان اکثر لطائف القرآن مودعة فی الترتیبات والروابط

اسی طرح آیت کریمہ

وَ لَوۡ جَعَلۡنٰهُ قُرۡ اٰنًا اَعۡجَمِیًّا لَّقَالُوۡا لَوۡ لَا فُصِّلَتۡ اٰیٰتُهٗ

اگر قرآن کو کسی عجمی زبان میں اتارتے تو یہ لوگ کہتے اس کی آیات واضح کیوں نہیں کی گئی۔ (فصلت۔ ۴۴)

کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں : "اس آیت کی شان نزول کے بارے میں یہ روایت ہے کہ کفار نے ازراہ شرارت کہا کہ قرآن مجید کسی عجمی زبان میں کیوں نہیں اتارا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ میرے نزدیک اس طرح کی باتوں سے قرآن مجید پر اعتراض وارد ہوتا ہے اس لئے کہ اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ قرآن مجید میں ایسی آیتیں بھی ہیں جنکا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں اس سے قرآن مجید پر ایک بہت بڑا طعن لازم آئے گا اور اس الزام کے ہوتے ہوئے یہ دعویٰ کیسے کیا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید ایک منظم کلام ہے چہ جائیکہ اسے ایک معجز کلام ثابت کرنے کا دعویٰ کیا جائے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ یہ شروع سے آخر تک مربوط کلام ہے۔

اسی سلسلہ بیان میں آگے فرماتے ہیں :

ہر وہ شخص جو ہٹ دھرمی کے بجائے انصاف سے کام لے گا اسے یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ جب ہم اس آیت کی تفسیر اس انداز سے کریں گے جس کی تفصیل ہم نے اوپر بیان کی تو سورہ شروع سے آخر تک ایک وحدت میں

ڈھل جائے گی جس کا ایک خاص موضوع ہوگا اور واقعہ یہ ہے کہ یہ تفسیر اس تفسیر سے کہیں بہتر ہوگی جو عام طور سے بیان کی جاتی ہے‘(۴۶)

• علامہ بدرالدین زرکشی اپنی شہرہ آفاق تصنیف ’البرھان فی علوم القرآن‘ میں لکھتے ہیں۔ مفسرین کو نظم کلام کی رعایت ہی سے آیات کے مفہوم کا تعین کرنا چاہیے خواہ اس کے لئے لغوی کی جائے مجازی معنی ہی کیوں نہ لینا پڑے یہی وجہ ہے کہ صاحب کشف جب آیت کا مفہوم سیاق کلام کی رعایت سے بیان کرتے ہیں تو اس جزم کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ گویا اس کے علاوہ وہاں کوئی اور مفہوم ہو ہی نہیں سکتا۔ ابن القیم آیات کے درمیان مناسبت پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

> "کلام کا حسن یہ ہے کہ خواہ کوئی شعر‘ خط یا خطبہ ہو ان کے کلمات ابتداء سے انتہاء تک ایک دوسرے سے مربوط ہوتے ہیں اس لئے کہا گیا ہے کہ بہترین کلام وہ ہے جس کے اجزاء باہم دگر آپس میں مربوط ہوں۔ قرآن عظیم کی تمام آیات کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو۔" (۴۷)

اسی طرح علامہ ولی اللہ آیات قرآنی کے درمیان مناسبت کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

> "غلط ہے جو یہ کہتا ہے کہ قرآن کریم میں آیات میں مناسبت کی جستجو نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ وہ مختلف حالات کے مطابق نازل ہوا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اس کا نزول تو حسب حالات ہوا ہے لیکن اس کی ترتیب حسب حکمت ہے۔" (۴۸)

مولانا مودودیؒ فہم قرآن کے تین بنیادی اصولوں (موضوع‘ مرکزی موضوع‘ مدعا) تبصرہ کرنے کے بعد خلاصہ کلام کے طور پر تحریر فرماتے ہیں :

> "ان تین بنیادی امور کو ذہن میں رکھ کر کوئی شخص قرآن کو دیکھے تو صاف نظر آئے گا کہ یہ کتاب کہیں بھی اپنے موضوع اپنے مدعا اور مرکزی مضمون سے بال برابر بھی نہیں ہٹی ہے۔ اول سے لے کر آخر تک اس کے مختلف النوع مضامین اس کے مرکزی مضمون کے ساتھ اس طرح جڑے ہوئے ہیں جیسے ایک ہار کے چھوٹے بڑے رنگ برنگ جواہر ہار کے رشتے میں مربوط و منسلک ہوتے ہیں۔" (۴۹)

مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی تفسیر "بیان القرآن" میں ربط آیات کی طرف خاص توجہ کی ہے۔ فرماتے ہیں :

یہ آیات کے درمیان ربط و مناسبت پر مبنی ہے اور میرے نزدیک شافی دلیل یہ ہے کہ اگر ان کے درمیان مناسبت کا

لحاظ نہ کیا گیا ہوتا تو تلاوت کی ترتیب نزول کی ترتیب سے مختلف نہ ہوتی۔(۵۰)

مولانا ثناء اللہ امر تسریؒ نے بھی اپنی تفسیر میں آیات کے درمیان باہمی ربط مناسبت کے پہلو کو ملحوظ رکھا ہے ایک فصل کے تحت طریقہ تفسیر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

جو روش میں نے تفسیر کے متعلق اختیار کی ہے یعنی ایک سلسلہ میں سارے مضمون کو لایا ہوں اس میں علماء مفسرین مختلف ہیں بعض تو کہتے ہیں کہ قرآن کریم کا بیان سب مسلسل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ خواہ مخواہ کا تکلف ہے قرآن حسب موقع نازل ہوتا رہا جس موقع پر نازل ہوا اس سے بیشک مطابق ہے یہ نہیں کہ ایک دفعہ سارا اترا ہے جس کا سلسلہ وار بیان ضروری ہو۔ میرے خیال میں یہ دونوں رائیں صحیح ہیں اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم حسب موقع نازل ہوتا رہا اور اس موقع کا پہلے موقع سے جس پر پہلی آیت اتری تھی مطابق اور موافق ہونا بھی ضروری نہیں۔ مگر اس وجہ سے کہ سورتوں کی ترتیب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے ہوئی تھی تو کوئی نہ کوئی مناسبت لاحق کو سابق سے ضرور ہوگی مانا کہ اتنی نہیں جو ایک ساتھ اترنے میں ہوتی۔ آخر اس فعل نبویؐ کا بھی کچھ استحقاق ہے اس لئے میں نے ایک آیت کو دوسری سے جوڑ دیا اور تلاش کرنے سے کچھ نہ کچھ مناسبت بھی پائی'(۵۱)

مولانا حمید الدین فراہی کا نام' فلسفہ نظم قرآن حکیم کے شارح کے طور پر محتاج تعارف نہیں ہے انہوں نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے ان کا ایک اقتباس ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

"یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ نظم کلام کلام ہی کا ایک جزو ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر اس سے صرف نظر کیجئے تو واقعہ یہ ہے کہ اس کے معنی کا ایک حصہ جاتا رہے گا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ترکیب میں ایک زائد حقیقت ہوتی ہے جو ایک چیز کے متفرق اجزاء میں الگ الگ نہیں پائی جاتی چنانچہ جو شخص فہم نظام سے محروم رہا تو وہ کلام کے مفہوم کے ایک بڑے حصے سے محروم رہ جائے گا بلکہ اندیشہ اس بات کا ہے کہ اس کا بھی وہی حال ہو جائے گا جو اس سے پہلے اہل کتاب کا ہوا۔"

مولانا حمید الدین فراہی کے تلمیذ رشید مولانا امین احسن اصلاحی دور حاضر میں تصور نظم قرآن کے سب سے بڑے علمدار' ترجمان اور شارح تھے۔ ان کی زندگی کا بڑا حصہ فلسفہ نظم قرآن حکیم کی تفسیر و تشریح میں گذرا ہے نظم کے وسیلہ سے فہم قرآن کی راہ ہموار کرنے کے سلسلے میں ان کی مساعی جمیلہ اور خدمات جلیلہ کا ایک عالم کو اعتراف ہے۔ انہوں نے صرف علمی اور نظری انداز میں اس فلسفہ کی توضیح و تشریح پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس کی روشنی میں قرآن مجید کی تفسیر' تدبر قرآن' لکھ کر اس کا ایک نہایت دلآویز نمونہ علمی دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ یہاں پر ان کا ایک مختصر

اقتباس نظم قرآن حکیم کے حوالے سے پیش کرتے ہیں۔ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں۔

"نظم کلام کسی کلام کا ایسا جزو لاینفک ہوتا ہے کہ اس کے بغیر کسی عمدہ کلام کا تصور نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ عظیم ستم ظریفی بھی ہے کہ قرآن جس کو فصاحت و بلاغت کا معجزہ قرار دیا جاتا ہے اور جو فی الواقع معجزہ بھی ہے' ایک بہت بڑے گروہ کے نزدیک نظم سے بالکل خالی کتاب ہے ان کے نزیک نہ ایک سورہ کا دوسری سورہ سے کوئی ربط و تعلق ہے اور نہ ایک سورہ کی مختلف آیات ہی میں باہم کوئی مناسبت و موافقت' بس مختلف آیات مختلف سورتوں میں بغیر کسی مناسبت کے جمع کر دی گئی ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایسا فضول خیال ایک ایسی عظیم کتاب کے متعلق لوگوں کے اندر کس طرح جاگزیں ہو گیا ہے جس کے متعلق دوست و دشمن دونوں ہی کو اعتراف ہے کہ اس نے دنیا مین ہلچل پیدا کر دی 'اذھان و قلوب بدل ڈالے' فکر و عمل کی نئی بنیادی استوار کیں اور انسانیت کو ایک نیا جلوہ دیا" (۵۲)

اس مختصر جائزہ سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ فہم قرآن اور اس کے علوم و معارف اور اسرار و حکم تک رسائی کے لئے نظم قرآن کے تصور کو کتنی بنیادی اہمیت حاصل ہے (۵۳)

قرآن حکیم کو سورتوں میں تقسیم کرنے کی حکمت :

آئندہ سطور میں ہم قرآن حکیم کی سورتوں کی تقسیم اور اس کے نظم کے بارے میں علماء مفسرین کی آراء پیش کرتے ہیں۔

قرآن حکیم کی ہر سورہ کا ایک مخصوص نظام ہے اور سورتوں کے مطالب میں بظاہر بے نظمی نظر آتی ہے یہ محض قلت تدبر کا نتیجہ ہے ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ قرآن حکیم کی سورتیں بڑی بھی اور چھوٹی بھی ہیں لیکن ان سورتوں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ہر سورت میں ایک ربط و نظم نظر آتا ہے جس سے موضوع کی فصاحت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں مولانا حمید الدین فراہی کی بحث قابل توجہ ہے وہ لکھتے ہیں :

> "ہر سورۃ میں اگر کوئی مقصد متعین نہ ہوتا جس کے پورے ہونے سے سورۃ پوری ہوتی تو یہ الگ الگ حد بندیوں کی کیا ضرورت تھی' سارے قرآن مجید کو ایک ہی سورۃ بنا دیا جاتا نیز سورتوں کے لئے جب کوئی خاص مقدار نہیں ٹھہرائی گئی' بڑی چھوٹی ہر طرح کی سورتیں ہوئیں تو اگر ہر سورۃ کے اندر کوئی نظمی وحدت مد نظر نہیں ہے تو آیتوں کو ایک لڑی میں پرونے کی کیا ضرورت تھی' اجزاء یونہی بکھیر دیئے جاتے۔ اگر سطر سطر کے برابر اجزاء ہوتے تب بھی کوئی مضائقہ نہ تھا" (۵۴)

ہم دیکھتے ہیں کہ آیات کا ایک مجموعہ ایک سورہ کے اندر رکھا گیا ہے اور سورہ کے نام سے موسوم ہوا۔ گویا ایک شہر بسا کر اس کے ارد گرد شہر پناہ کھینچ دی گئی ہے اب غور کرنے کی بات ہے ایک شہر پناہ کے اندر کئی شہر کیسے جمع ہو سکتے

ہیں۔ یہ بھی واضح ہے کہ معنی کا تشابہ بھی ان کو ایک شہر پناہ کے اندر نہیں جمع کرتا۔ معوذتین باہم دگر جس قدر مشابہت رکھتی ہیں معلوم ہے تاہم ان دونوں کو ایک سورۃ قرار نہیں دیا جا سکتا' بلکہ دو مستقل سورتیں ہیں لیکن نظم اور اسلوب کلام ان میں مختلف ہے۔ (۵۵)

قرآن حکیم کی چھوٹی سورتوں کے نظم و ربط کے سلسلے میں مولانا حمید الدین فراہی لکھتے ہیں :

"نظم و ربط صرف قرآن حکیم کی بڑی سورتوں میں ہی نہیں' بلکہ قرآن مجید کی کئی چھوٹی سورتوں پر تدبر کرنے سے معلوم ہوگا کہ ربط و نظم کے لحاظ سے وہ بھی بڑی سورتوں کی ہمسر ہیں۔ چھوٹی سورتوں کے اندر بھی ربط و پیوستگی کی وہ تمام نزاکتیں موجود ہیں جو بڑی سورتوں کے اندر موجود ہیں۔ اس وجہ سے یہ خیال کرنا کہ چھوٹی سورتوں مثلاً الماعون' الکوثر' العصر وغیرہ میں بد نظمی ہے سخت غلطی ہے ان سورتوں کا باریک نہج اگر ہماری سمجھ میں آجائے تو بڑی سورتوں کا نہج سمجھنے میں ہمیں اس سے بڑی مدد ملے گی' اسی طرح بڑی سورتوں کے اندر بھی آیتوں کے ایسے مجموعے موجود ہیں جن کا ربط اور نظم بالکل واضح ہے' صرف ایک غبی آدمی ہی اس کے سمجھنے سے قاصر رہ سکتا ہے مثال کے طور پر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اپنے نظم کے اعتبار سے بالکل واضح ہیں پس جو شخص ان میں تفکر کرتا ہے اس میں آہستہ آہستہ ان سے زیادہ دقیق نظام سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے" (۵۶)

سور القرآن کے نظم کے بارے میں امین احسن اصلاحی کا نقطہ نظر :

قرآن حکیم کی سورتوں کے نظم و ربط پر جن مفسرین نے نمایاں کام کیا ہے ان میں مولانا امین احسن اصلاحی' صاحب تفسیر تدبر قرآن' بھی ہیں ان کی تفسیر کی سب سے نمایاں خوبی نظم قران ہی ہے مولانا کے بقول' قرآن مجید میں حیثیت مجموعی ایک مخصوص نظام ہے جس کے دو پہلو ہیں ایک ظاہری جو ہر شخص کو نظر آتا ہے اور دوسرا مخفی جو غور و فکر کرنے کے بعد سامنے آتا ہے۔ اگر سورتوں کی ترتیب پر ایک نظر ڈالیں تو قرآن مجید میں مکی اور مدنی سورتوں کے ملے جلے سات گروپ بن جاتے ہیں۔

پہلا گروپ : فاتحہ سے مائدہ تک۔ دوسرا گروپ : انعام سے توبہ تک۔
تیسرا گروپ : یونس سے نور تک۔ چوتھا گروپ : فرقان سے احزاب تک۔
پانچواں گروپ : سبا سے حجرات تک۔ چھٹا گروپ : ق سے تحریم تک۔
ساتواں گروپ : ملک سے الناس تک۔ (۵۷)

مولانا مزید وضاحت کرتے ہیں کہ اگر مذکورہ ساتوں گروپوں پر بار بار غور و تدبر کیا جائے تو اس ترتیب کی بہت سی حکمتیں واضح ہوتی ہیں مثلاً :

(۱) ہر گروپ کا ایک جامع عمود ہے اور اس گروپ کی تمام سورتیں اس جامع عمود کے کسی خاص پہلو کی حامل ہیں۔

(۲) ہر گروپ میں جو مدنی سورتیں شامل ہیں وہ اپنے گروپ ثنیٰ کے مجموعی مزاج سے بالکل ہم آہنگ اور ہم رنگ ہیں

(۳) ہر سورہ زوج 'زوج ہے۔ یعنی ہر سورۃ اپنا ایک جوڑا اور ثنی بھی رکھتی ہے اور دونوں میں اس طرح مناسبت ہے کہ جس طرح زوجین میں ہوتی ہے۔

(۴) صرف سورۃ فاتحہ اس کلید سے مستثنیٰ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سورۃ درحقیقت پورے قرآن مجید کے لئے بمنزلہ دیباچہ ہے۔

(۵) بعض سورتیں ایسی ہیں جن کی حیثیت ضمنی سورۃ کی ہے یعنی وہ کسی سورۃ کے مستقل ثنی کی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ ماسبق کی وضاحت کرتی ہیں۔

(٦) یہ بات بھی نظر آتی ہے کہ اس ترتیب میں قانون و شریعت کے تمام گروپ کو تمام دوسرے گروپوں پر مقدم کر دیا گیا ہے اور منذرات کے گروپوں کو آخر میں کر دیا گیا ہے اس طرح پہلے گروپ اور آخری گروپ میں وہی نسبت ہے جو نسبت ایک عمارت اور اس کی بنیاد میں ہوتی ہے۔(۵۸)

نظم سور القرآن کی چند مثالیں :

(۱) قائلین ربط کا خیال ہے سورۃ فاتحہ کا خاتمہ اهدنا الصراط المستقیم... اور سورۃ بقرہ کا آغاز الم٥ ذالك الكتب ... سے ہوتا ہے ان دونوں سورتوں کے درمیان ربط کی صورت یہ ہے کہ جب بندوں نے صراط مستقیم کی طرف راہنمائی چاہی تو انہیں کہا گیا کہ سیدھی راہ میری کتاب ہے' جو راہ دکھلاتی ہے پرہیزگاروں کو۔(۵۹)

(۲) سورۃ آل عمران کا خاتمہ اس آیت (واتقوالله لعلكم تفلحون) پر ہوتا ہے اور دونوں میں مشترک امر تقویٰ' ہے۔(٦٠)

(۳) زمخشری کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المومنون کا افتتاح (قدافلح المومنون) سے کیا اور اس کا خاتمہ (انه لايفلح الكافرون) پر کیا گیا ہے لہذا یہ دیکھنا ہے کہ مبدا و منتھا میں کیا زمین آسمان کا فرق ہے اور ربط ظاہر ہے۔(٦١)

(۴) کرمانی نے اپنی کتاب عجائب میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ "ص" کو "ذکر" کے لفظ سے شروع کیا اور اپنے قول انہ لمجنون' پر ختم کیا۔(٦٢)

فواتح السوّر کا ربط :

فواتح خواتم میں ربط کے علاوہ ایک سورۃ کے فاتحہ کو دوسری سورۃ کے فاتحہ سے بھی گہرا ربط ہے مثلاً سورہ "الاسراء" کا آغاز سبحان' سے کیا گیا ہے اسی طرح سورۃ الکہف کو الحمد' سے شروع کیا گیا ہے۔ ان دونوں کے درمیان یہی مناسبت ہے کیونکہ تسبیح ہمیشہ تحمید پر مقدم ہوتی ہے۔(۶۳)

مضامین کے لحاظ سے ربط :

بعض سورتوں میں باہمی ربط و مناسبت مضامین کے اعتبار سے ہوتی ہے مثلاً الکوثر' سورۃ الماعون کی حریف مقابل ہے۔ یہی وجہ ہے اسے سورۃ الماعون کے بعد لایا گیا ہے سورۃ الماعون میں منافقین کے چار اخلاق قبیحہ بیان کیے گے ہیں بخل' ریاکاری' ترک الصلوۃ اور ترک الزکوۃ۔ سورۃ الکوثر میں بخل کے مقابل الکوثر' خیر کثیر ارشاد ہوا' پھر فرمایا کہ خدا کے لئے نماز پڑھیے (فصلِ) یہ ترک نماز کے مقابلے کے لئے تھا۔ ریاکاری کے مقابلہ میں "وانحر" فرمایا اس سے مراد یہ کہ قربانیوں کا گوشت صدقہ کیجئے'(۶۴)

مندرجہ بالا استدلال سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن حکیم میں مجموعی طور پر ایک ربط و نظم موجود ہے اور بعض مقامات پر یہ ربط بالکل واضح اور بعض مقامات پر پوشیدہ ہے۔ لیکن ذرا غور و فکر سے ایسے تلاش کر لینے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ ربط سور سے نظم القرآن کا راستہ ہموار ہوتا ہے اور سورتوں میں موضوعات کا تنوع اس میں رکاوٹ نہیں بن سکتا بلکہ اس کے حسن اعجاز کو چاند لگا دیتا ہے۔

حوالہ جات و حواشی

۱) نولڈ یکے Theodor Nocdeca کا یہ نقطہ نظر The Encyclopaedia Britanica' ہیں قرآن حکیم پر مضمون The Koran سے ماخوذ ہے جو Mohamnadanism' کے تحت لکھا گیا ہے۔

(2) The Encyclohadua Britania' XVI' 598

(3) Lbid 598 (4) Lbid 598 (5) Lbid 598

(6) Lbid 598 (7) Lbid 598 (8) Charlas j Adam "Quran" The Encyclopedia Of Religion, xii,168.

(9) Lbid, 168 (10) Lbid, 168.

(11) Encyclopedia Americana, Dembury, 1984, XV, 494

(12) Lbid, 495. (13) Encyclopedia of Religion and Eithics

مذکورہ انسائیکلوپیڈیا میں مقالہ 'Quran' دو افراد کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔

پہلا حصہ D.S. Margobouth اور دوسرا حصہ 'Mingina A

14) Thomas carlyle' The hero as prophet, Islamic Servie League, Bombay, 35-37

15) William Muir, The life of Muhammad, vol, i.P-VII

(١٦) ششماہی 'علوم القرآن علی گڑھ 'الطاف احمد اعظمی' نظم قرآن' جلد ١١' جنوری' دسمبر ١٩٩٦ء شمارہ ١' ٢' صفحہ ٧ ٤

(١٧) علامہ محی الدین' محمد بن یعقوب شیرازی فیروز آبادی' القاموس المحیط' لکھنوء نول کشور' ١٤/٤

(١٨) ابو لفضل جمال الدین مصری' لسان العرب' دار صادر بیروت' ١٩٥٤' ١٢/ ٥٧٨

(١٩) امام حمید الدین فراہی' رسائل الامام الفراہی فی علم القرآن المجموعۃ (ترجمہ مدرسہ الاصلاح' سرا کے میر الدائرۃ الحمیدیہ ١٩٩١ ص ٨٧

(٢٠) کاندھلوی' محمد مالک مولانا' منازل العرفان فی علوم القرآن' ناشران قرآن لاہور' سن ص ٣٣٧' ٣٣٨۔

(٢١) حوالہ قران حکیم کے ناقدین میں بعض اسلامہ' دانش گاہ پنجاب' لاہور XVI ص ٧٧٤

(٢٢) نظم قرآن حکیم کے ناقدین میں بعض بڑے علماء مفسرین کا نام بھی شامل ہے ان میں نمایاں طور پر علامہ شوکانیؒ' ابن تیمیہ' شیخ عزالدین عبدالسلام' شاہ ولی اللہ' ہیں۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں :

اول : قرآن حکیم حالات کے مطابق پورے تئیس سال کے عرصے میں نازل ہوا نظم کی تلاش بے سود ہے۔

دوم : نظم کی روشنی میں تفسیر کرتے وقت بہت سی ایسی روایات سے صرف نظر کرنا پڑتا ہے جو نظم کے خلاف ہوتی ہیں اور ابن تیمیہ کے بقول ایسی تفاسیر بالرائے' ہوتی ہیں۔

سوم : قرآن مجید کی موجودہ ترتیب نزولی نہیں توقیفی ہے لہذا ایسی صورتحال میں ربط کی توقع کیونکر کی جاسکتی ہے۔ (قائلین نظم نے ان دلائل کا مفصل جواب دیا ہے۔ ملاحظہ ہو : ششماہی علوم القرآن' علی گڑھ' مضمون' محمد عمر اسلم اصلاحی' فہم قرآن میں نظم کی اہمیت') ٨٣۔ ٨٩

(٢٣) تقی عثمانی' علوم القرآن' مکتبہ دار لعلوم کراچی۔ ١٩٦٣' ص ٢٦٥' ٢٦٦

(٢٤) شاہ ولی اللہ محدث دھلوی' الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (اردو ترجمہ) مولودی رشید احمد انصاری' مکتبہ برھان جامع مسجد دھلی۔

(٢٥) سیوطی' جلال الدین' الاتقان فی علوم القرآن' مطبع حجازی' قاہرہ' سن' ١٠٨/٢

(٢٦) تقی عثمانی' حوالہ مذکور' ٢٦٧

(٢٧) سیوطی' جلال الدین' حوالہ مذکور' ١٠٨/٢

(٢٨) ایضاً ١٠٨/٢ (٢٩) ایضاً ١٠٨/٢

(۳۰) تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو' ششماہی علوم القرآن' علی گڑھ' مضمون محمد عمر اسلم اصلاحی' فہم قرآن میں نظم کی اہمیت' جلد ۱۱' شمارہ ۱' ۲' صفحات ۴۵۔۹۷

(۳۱) مذکورہ بحث' خالد مسعود کے مضمون' تلاش نظم کے لئے چند اہم اور ممد اشارات' ششماہی علوم القرآن' علی گڑھ سے ماخوذ ہے۔ ملاحظہ ہوں صفحات ۴۵ تا ۹۷

(۳۲) ایضاً' ۴۲ (۳۳) ایضاً' حوالہ مذکور' ۴۳ (۳۴) ایضاً' حوالہ مذکور' ۴۴

(۳۵) الطاف احمد اعظمی علی گڑھ' نظم قرآن' علوم القرآن' حوالہ مذکور' ص ۵۲' ۵۳ (۳۶) ایضاً حوالہ مذکور' ۵۳' ۵۴

(۳۷) ھود' ۱۳ (۳۸) البقرہ' ۲۳' یونس ۸۸ (۳۹) بنی اسرائیل' ۸۸

(۴۰) علوم القرآن' ششماہی' حوالہ مذکور (۴۱) علامہ ابن کثیر' عمدۃ التفسیر جلد اول ص ۴۸

(۴۲) علامہ جار اللہ زمخشری' الکشاف عن حقائق التنزیل' ۱/۴۰۳

(۴۳) امام فخر الدین رازی' التفسیر الکبیر' ۷/۱۳۳ (۴۴) ایضاً' ۱۳۴

(۴۵) ایضاً' ۱۳۴

(۴۶) امام بدر الدین' محمد بن عبداللہ زرکشی' البرہان فی علوم القرآن' دار احیاء الکتب العربیہ' عیسیٰ البابی الحلبی وشرکاہ ۱۹۵۷' ۱/۳۶

(۴۷) ابن القیم' کتاب الفوائد' ۲۲۴ (۴۸) امام بدر الدین' زرکشی' حوالہ مذکور' ۲/۷۳

(۴۹) مولانا ابو الاعلیٰ مودودی' تفہیم القرآن' ادارہ ترجمان القرآن' لاہور' مقدمہ ۱/۲

(۵۰) مولانا اشرف علی تھانوی' بیان القرآن مکتبہ الحسن لاہور' ۱/۵

(۵۱) مولانا ثناء اللہ سوتسری' تفسیر ثنائی' حوالہ ششماہی' علوم القرآن (حوالہ مذکور)

(۵۲) امام حمید الدین فراہی' فاتحہ تفسیر نظام القرآن' مدرسۃ الاصلاح سرائمیر' دائرہ حمیدیہ ص ۳'

(۵۳) ان سطور کے سلسلے میں محمد عمر اسلم اصلاحی کے مضمون فہم قرآن میں نظم کی اہمیت" سے استفادہ کیا گیا ہے۔ (۷۶۔۸۲)

(۵۴) فراہی۔ حمید الدین' مجموعہ تفاسیر فراہی۔ لاہور' سن ۸۲' ۸۳ (۵۵) ایضاً' ۸۳

(۵۶) ایضاً' ۸۴ (۵۷) اصلاحی' امین احسن' تدبر قرآن' مکتبہ انجمن خدام القرآن' لاہور مقدمہ

(۵۸) ایضاً

(۵۹) تھانوی' اشرف علی' سبق الغایات فی نسق الآیات' کتب خانہ اعزازیہ' دار العلوم دیوبند انڈیا' س۔ ن ص ۲

(۶۰) ایضاً ۳ (۶۱) سیوطی' جلال الدین' حوالہ مذکور' ۲/۱۱۱

(۶۲) ایضاً ۲/۱۱۱ (۶۳) زرکشی' بدر الدین' البرہان فی علوم القرآن' حوالہ مذکور' ۱/۳۹

(۶۴) ایضاً ۱/ ۳۹ ب